

# حل غریب الحدیث

## مولانا سہارن پوری کی 'بذر الجہود' کے تناظر میں تحقیقی مطالعہ

\*ڈاکٹر مفتی محمد ہارون

### Abstract

The knowledge of *Gharīb al-Hadīth* (odd and complicated words of *Hadīth*) is an important and difficult art in the science of *Hadīth*. According to *Muḥaddithīn*, the unawareness of this art is considered as a major defect. Many books have been compiled on the subject of '*Gharīb al-Hadīth*'. Due to the tremendous significance of this art, the commentators of *Hadīth* put in their best efforts to elaborate the odd and difficult words of *Hadīth* in their commentaries. Maulānā Khalīl Aḥmad Saharanpurī has solved this issue of *Gharīb al-Hadīth* meticulously in his eminent commentary of *Sunan Abi Daūd*, *Badhl al-Majhūd* and elaborated the terms or words referring to *Gharīb al-Hadīth*. He has opted different methodologies for this purpose. His most comprehensive method is to elucidate the meaning of the words and then he quotes the sayings of the experts in the field of *Gharīb al-Hadīth* and at the end he also gives his own opinion. However, in some places, he just depends on the viewpoints of the experts and does not comment.

**Key words:** *Gharīb al-Hadīth* terms, explanation, Maulānā Khalīl Aḥmad Saharanpurī, *Badhl al-Majhūd*.

اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی حضرت محمد ﷺ کو زمین کے اس خطے میں پیدا فرمایا، جس میں رہنے والوں کو اپنی زبان پر بڑا ناز تھا، اپنی اسی زبان دانی کی وجہ سے وہ اپنے آپ کو عرب یعنی افصح اللسان کہتے تھے، اور دیگر اقوام کو عجم یعنی گونگا کہا کرتے تھے۔ یہ لوگ تھے جن کا بالغ ہونے والا نوجوان ایک ہی مجلس میں سینکڑوں اشعار فی البدیہ کہہ جایا کرتا تھا۔ مزید برآں ہجوا اور مدح

\* پیغمبر شعبہ اسلامی و عربی علوم، یونیورسٹی آف سرگودھا، سرگودھا۔

میں بھی اُن کا کوئی ثانی نہیں تھا۔ ایسے ماحول میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو مجموع فرمایا اور انھیں جو امعاً الکلم عطا فرمائی

فصاحت و بلاحث عطا فرمائی کہ جس نے بڑے بڑے شناور عربوں کو حیران کر دیا۔ آپ ﷺ کے ارشادات و فرمانیں عالیہ کو اصطلاح میں حدیث کہا جاتا ہے، جو دین اسلام کا دوسرا بڑا بنیادی مأخذ ہے، بل کہ قرآن کا فرق آن ہونا اور اس کا سمجھنا اسی حدیث پر ہی موجود ہے۔ چوں کہ آپ ﷺ افحص العرب تھے، اس لیے بعض اوقات آپ ﷺ اشنانے گفت گوایے فحص الفاظ استعمال فرماتے جو بالعلوم الہلی عرب نہیں بولا کرتے تھے، یہ آپ ﷺ کے کلام کا ایک اعجاز ہے۔ آپ ﷺ کے کلام میں اس طرح کے ناماؤں الفاظ کو محدثین کی اصطلاح میں 'غیرب الحدیث' کہا جاتا ہے۔ حدیث رسول کی اہمیت کے پیش نظر محدثین عظام نے جہاں دیگر امور پر توجہ دی تو غریب الحدیث کی توضیح و تشریح میں بھی اپنی صلاحیتوں کو بروئے کارلا کر ایک عام قاری کے لیے حدیث کے سمجھنے میں آسانیاں پیدا کر دیں۔ اس سلسلے میں علم غریب الحدیث پر الگ سے کتابیں بھی لکھی گئیں اور شارحین حدیث بھی شرح کرنے کے دوران اس اہم فرض سے بہ خوبی سبک دوش ہوئے۔ حل غریب الحدیث کے حوالے سے جن شارحین نے لکھا ہے، ان میں صاحبِ بذل الجہود مولانا خلیل احمد سہارن پوری (م: 1346ھ) کا نام نمایاں دکھائی دیتا ہے۔ زیر نظر سطور میں یہ دیکھنا ہے کہ مولانا سہارن پوری<sup>1</sup> نے اپنی عربی زبان میں چودہ جلدیوں میں شائع ہونے والی شرح سنن ابی داؤد موسوم بہ 'بذل الجہود فی حل سنن ابی داؤد' میں علم غریب الحدیث کی ابحاث کو کس طرح حل کیا ہے؟

### غیرب الحدیث کا لغوی و اصطلاحی مفہوم

غیرب عربی زبان کا لفظ ہے، لغت میں جس کے معنی کسی چیز سے دور ہونے کے آتے ہیں، خواہ یہ دوری لوگوں سے ہو یا اپنے وطن سے۔ ابن منظور افریقی<sup>2</sup> (م: 711ھ) اس کا معنی یوں بیان کرتے ہیں: الغرب: الذهاب والتَّسْحِي عن الناس،

<sup>1</sup> مولانا خلیل احمد سہارن پوری بر صغیر کے سباد محدثین و فقہاء میں شمار کیے جاتے ہیں، آپ کی ولادت اواخر صفر 1269ھ بے مطابق 1852ء میں اپنے ناہیلی قصبہ نانوٹہ ضلع سہارن پور میں ہوئی، تحصیل علم کے بعد مولانا شیداحمد گنگوہی سے بیت ہوئے۔ علوم حدیث، فتنہ اور علم الکلام میں بہت زیادہ مہارت رکھتے تھے، ان میں آپ کی مجہدیات اس تعداد اور وسعتِ نظر تمام ہم عصر علماء میں مسلم تھی۔ 1346ھ میں مدینہ منورہ میں بعد ازاں نماز عصر وفات پائی اور جنت القیم دفن ہوئے۔ آپ کی تصنیف میں سے 'المهد على المفتد'، 'إنعام النعم على تبوب الحكم'، 'مطرقة الكرامة على مرأة الإمامة'، 'هدايات الرشيد إلى إفحام العيني'، اور ابو داؤد شریف کی عربی زبان میں شرح بذل الجہود فی حل سنن ابی داؤد شامل ہے، جو چودہ جلدیوں میں دارالبشارۃ الاسلامیہ سے 1427ھ میں شائع ہو چکی ہے۔ ملاحظہ ہو: مولانا محمد زکریا، مقدمہ او جہ المساکن ایلی مؤٹا مالک (دمشق، دارالعلم، سان) ج 1، ص 135۔

<sup>2</sup> ابن منظور کا پورا نام ابوالفضل جمال الدین محمد بن حکیم بن منظور الافریقی ہے۔ 630ھ میں تاہرہ میں پیدا ہوئے، لغت اور شعر و ادب کی تعلیم قاہرہ میں پائی۔ دیوان انشائیں ملازم ہوئے، بعد میں طرابلس کے قاضی مقرر ہوئے۔ زبان و بیان میں ایک خاص مہارت تھی۔ عربی زبان میں سب سے جامع، مستند اور ضخیم لغت کی کتاب لسان العرب آپ ہی کی تصنیف ہے، اسے عربی زبان کا انسانیکلوبیڈیا کہا جائے تو بے جا نہ ہو گا۔ مؤلف مذکور کی تراث میں اور بھی بہت ساری انتباہ شامل ہیں، جن میں عختارالاغانی، مختصر تاریخ دمشق

والغیرة والغرب: النوى والبعد، والغيرة والغرب التزوج عن الوطن والاغتراب، ورجل غرب، بضم العين والراء وغرب: بعيد عن وطنه، الجمع غرباء، والاثنی غربية<sup>3</sup> ”غريب کامادہ غرب آتا ہے، جس کے معنی دور چلے جانے اور لوگوں سے کنارہ کشی اختیار کرنے کے آتے ہیں۔ رجل غرب، ایسے شخص کو کہا جاتا ہے جو اپنے وطن سے دور ہو، اس کی جمع غرباً اور مؤنث غربیہ آتی ہے“۔ علامہ احمد بن محمد بن علی الفیومی (م: 770ھ) نے اس کا معنی یوں بیان کیا ہے: ويقولون: غربت الشمس، أى توارت في مغيبها وغرب الشخص بضم الراء أى بعد عن وطنه فهو غريب، فعليل معنى فاعل<sup>4</sup> اهل عرب یوں کہتے ہیں: غربت الشمس يعني سورج غروب ہو گیا، اپنے غروب ہونے کی جگہ میں، اسی طرح ”غرب الرجل“، اس وقت کہتے ہیں جب کوئی شخص اپنے وطن سے دور ہو گیا ہو۔ گویا غریب، اجنبی اور نوادر شخص کو کہا جاتا ہے“۔ حدیث پاک میں بھی یہ لفظ اجنبی کے معنی میں آیا ہے: كُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ عَرِيبٌ أَوْ عَابِرٌ سَبِيلٌ<sup>5</sup> ”دنیا میں اجنبی شخص کی طرح رہو یا ایک راہ گزر کی طرح“۔ علامہ خطابی<sup>6</sup> (م: 388ھ) لفظ غریب کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: الغريب من الكلام إنما هو الغامض البعيد من الفهم كالغريب من الناس، إنما هو البعيد عن الوطن المنقطع عن الأهل، فيقال: غرب الرجل يغرب غرباً إذا تنسى وذهب، وغرب غربة إذا انقطع عن أهله، وغربت الكلمة غرابة، وغربت الشمس غرباً<sup>7</sup> ”کسی کلام میں لفظ غریب کے معنی یہ ہیں کہ اس میں ایسے مشکل الفاظ استعمال کیے جائیں جو سمجھ سے بالاتر ہوں، جس طرح اس شخص کے احوال معلوم کرنا مشکل ہوتا ہے، جو اپنے وطن اور اہل سے دور جا چکا ہو، یہی وجہ ہے کہ اہل عرب اس کلے کو جو اپر اور دشوار فہم ہو تو اسے ”غریب“ کہتے ہیں، کیوں کہ اس کا معنی سمجھ سے غائب ہوتا ہے، بالکل اسی طرح جس طرح سورج غروب ہوتا ہے تو اس کا پتہ نہیں چلتا کہ وہ کہاں ہے تو اس کے لیے کہہ دیا جاتا ہے: ”غربت الشمس“، کہ اب سورج غروب ہو گیا ہے“۔

ابن عساکر، لطائف الذخیرۃ اور مختصر تاریخ بغداد شامل ہیں۔ قاهرہ میں 711ھ میں وفات پائی۔ ملاحظہ ہو: موسوعہ فہریی، ج 3، ص 460، وزارت اوقاف کویت، اسلامک فتنہ اکٹیڈیشنز۔

<sup>3</sup> ابن منظور الافرقاني، ابوالفضل جمال الدین محمد بن مکرم، لسان العرب (بیروت: دار احیاء التراث العربي، ۱۴۲۱ھ)، تحقیق: امین محمد عبد الوہاب، محمد الصادق الصیدی، ج ۱، ص 638، مادہ غرب۔

<sup>4</sup> الفیومی: احمد بن محمد، المصباح المنیر فی غریب الشرح الكبير للرافعی، (مصر: المطبع الامیری، ۱۴۱۲ھ)، ص 607، مادہ غرب۔

<sup>5</sup> البخاری، محمد بن ابی عیل، الصحيح للبخاری، باب قول النبي ﷺ کن فی الدنیا غریب أو عابر سبیل، حدیث رقم: 6416۔

<sup>6</sup> ابن کاپور انام ابو سليمان محمد بن محمد بن ابراهیم بن حنبل، خطاب المستحب الخطاۃ ہے۔ کثیر التصانیف حضرات میں شمار کیے جاتے ہیں۔ علامہ ذہبی نے ان کے بارے میں لکھا ہے کہ ان کی تصانیف کا مطالعہ کرنے سے ان کے تحریر علی کائن ازہ لکایا جاسکتا ہے۔ مقام بست میں 388ھ میں وفات پائی۔ ملاحظہ ہو: سیر اعلام النبلاء، ج 17، ص 33-37۔

<sup>7</sup> الخطابی، ابو سليمان محمد بن ابراهیم بن خطاب، غریب الحدیث (بیروت: دار الفکر، ۱۹۸۲ء)، تحقیق: الدكتور عبدالکریم العرمادی، ج 1، ص 70-71۔

علامہ سیوطی<sup>8</sup> (م: 911ھ) نے تدریب الروی میں امام نووی<sup>9</sup> (م: 676ھ) کی طرف نسبت کرتے ہوئے 'غیر الحدیث' کی تعریف یوں کی ہے: وہ ما وقع فی متن الحدیث من لفظة عامضة بعيدة من الفهم لقلة إستعمالها<sup>10</sup>، متن حديث میں ایسے الفاظ کا آجانا جن کا سمجھنا مشکل ہوا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ایسے الفاظ بہت کم کلام عرب میں استعمال ہوتے ہیں۔“

### غیر الحدیث اور حدیث غیر میں فرق

علامہ صنعانی (م: 1186ھ) ان دونوں کا فرق بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

هذا خلاف الغريب الماضي ذكره قريباً فذاك يرجع إلى الإنفراد من جهة الرواية وأما هنا فهو ما يخفى من ألفاظ المتون ولو كانت متواترة<sup>11</sup>

"حدیث غیر میں ایسے الفاظ کا آجانا جن کی مراد مخفی ہو، اگرچہ وہ متواتر حديث میں ہی کیوں نہ ہوں"۔<sup>12</sup>  
باکلی یہی فرق حافظ ابن الصلاح نے بھی بیان کیا ہے۔<sup>13</sup>

<sup>8</sup> علامہ سیوطی کا پورا نام عبد الرحمن بن ابی بکر بن محمد سیوطی ہے۔ ایک نابغہ روزگار شخصیت تھی۔ بہت بڑے مفسر، حدیث، فقیہ، اصولی تھے۔ علم افت میں بھی ان کا کوئی ثالثی نہ تھا، تاریخ پر بھی کمل گرفت تھی۔ ان کی تایفات کی تعداد چھ سو کے قریب پہنچتی ہے، جن میں سب سے نمایاں 'الدر المشور فی التفسیر المأثور'، 'الاتفاق فی علوم القرآن'، 'الجامع الكبير'، 'الجامع الصغير' اور 'تدریب الروای شرح تقریب النووی' شامل ہیں۔ 911ھ میں وفات پائی۔ ملاحظہ ہو: ابن العماد، شذرات الذهب فی أخبار من ذهب، (بیروت: دارالكتب العلمیہ، س.ن)، ج ۲، ص ۵۳-۵۶۔ الشوكانی، البدر الطالع (بیروت: دارالمعرفۃ، س.ن)، ج ۱، ص 335۔

<sup>9</sup> علامہ نووی کا پورا نام ابو زکریا محبی الدین نووی مشقی ہے۔ بہت بڑے حدیث اور فقہائے شافعیہ میں شمار کیے جاتے ہیں۔ تقویٰ و درعہ میں اپنے ہم عصر علم پر فویت رکھتے تھے۔ کثیر التصانیف بزرگ ہیں۔ ان کی معروف ترین تصانیف میں سے 'شرح صحیح مسلم' اور 'ریاض الصالحین' شامل ہیں۔ 631ھ میں پیدا ہوئے اور 676ھ میں تقریباً 37 سال کی عمر میں وفات پائی۔ ملاحظہ ہو: سیوطی، طبقات المخالف، ص ۵۰۶۔

<sup>10</sup> سیوطی، حالل الدین، عبد الرحمن بن ابی بکر، تدریب الروای فی شرح تقریب النووی (المدینۃ المنورۃ: المکتبۃ العلمیۃ، 1392ھ)، ج 2، ص 182۔

<sup>11</sup> اصنفانی، محمد بن اسحاق عیل، توضیح الافکار لمعانی تتفییح الانظار، (المدینۃ المنورۃ: المکتبۃ السلفیۃ، س.ن)، ج 2، ص 412-413۔

<sup>12</sup> احمد شاکر نے بھی یہی فرق بیان کیا ہے۔ ملاحظہ ہو: احمد شاکر، شیخ الباعث الحنفی شرح اختصار علوم الحديث، (مصر: مکتبۃ دارالتراث، 1399ھ/1979ء)، ص 141۔

<sup>13</sup> اشرسوزی، ابو عمرو عثمان بن صالح الدین عبد الرحمن، علوم الحديث لابن الصلاح، المعروف مقدمۃ ابن الصلاح، (بیروت: دارالكتب العلمیہ، 1974ء)، تحقیق: د. عائشہ عبد الرحمن بنت الشاطی، ص 137۔

### غیرِ الحدیث کی وجہ تسمیہ

علامہ خطابی (م: 388ھ) نے اپنی کتاب 'غیرِ الحدیث' میں غیرِ الحدیث کی وجہ تسمیہ کے بیان میں دو وجہات کا ذکر کیا ہے: اول تو اس لیے کہ کلام میں اجنبی اور ناموس الفاظ استعمال ہوتے ہیں، جن کو بغیر دشواری کے جانا ممکن نہیں ہوتا، اس لیے اسے غیرِ کہہ دیا جاتا ہے، کیوں کہ غیرِ الفاظ اجنبی کے معنی میں بھی آتا ہے۔ دوم اس لیے کہ کلام میں قبائلِ عرب کے شاہزادوں غیرِ معروف الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں، جو بہ ظاہر اپنے محل سے دور معلوم ہوتے ہیں، جس طرح ایک اجنبی شخص جو اپنے مقام اور وطن سے دور ہونے کی وجہ سے غیرِ مانوس اور غیرِ معروف ہوتا ہے۔<sup>14</sup>

### غیرِ الحدیث کی اہمیت

کسی بھی کلام کو سمجھنے اور اس کے فوائد پر عمل کرنے کے لیے الفاظ ہی ذریعہ بنتے ہیں کہ کلام کہنے والا اور لکھنے والا الفاظ کا سہارا لیتا ہے، اگر اس کلام کے الفاظ ہی غیرِ مانوس ہوں کہ قاری اُن کو پڑھ ہی نہ سکے یا ان کا معنی و مفہوم ہی نہ سمجھ سکے تو وہ کلام بے فائدہ ہو کر رہ جاتا ہے۔ اس علم کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس کا تعلق بھی حدیث پاک میں آنے والے غیرِ معروف اور ناموس الفاظ کے ساتھ ہے۔ حدیث رسول ﷺ دین اسلام کے بنیادی مأخذ میں سے دو سرا مأخذ ہے، جب کہ حدیث نبوی ﷺ کی مراد بھی الفاظ پر موقوف ہے، اس لیے اگر الفاظِ حدیث کا معنی ہی نہ معلوم ہو سکا تو صحیح مراد تک کیسے پہنچا جاسکتا ہے؟ بھی وجہ ہے کہ اس علم کی اہمیت کے بارے میں علامہ خطابی فرماتے ہیں:

فواجِبٌ علیٰ مِنْ دَابٍ فِي طَلَبِ الْحَدِيثِ وَلِهِجَّةِ يَتَّبعُ طَرِيقَهُ أَنْ يَعْنِي أَوْلًا بِاصْلَاحِ الْفَاظِ وَأَحْكَامِ مَتَوْنَهِ

لئلا يَكُونُ حَظَهُ مِنْ سَعْيِهِ عَنَاءً وَلَا غَنَاءً مَعَهُ وَتَعْبَأً لَا نَجْحَفَ فِيهِ<sup>15</sup>

"جو شخص علمِ حدیث اور اس کے طرق کی معرفت کے لیے نکلا ہے، اُس پر واجب ہے کہ اوّلًا حدیث کے الفاظ اور اُس کے متن کی معرفت کا ملکہ پیدا کرے، کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کی یہ کوشش رائیگاں چلی جائے۔ (یعنی وہ تو اپنی طرف سے حدیث پڑھ رہا ہو لیکن الفاظِ حدیث کی عدم معرفت کی وجہ سے مفہوم نہ سمجھ سکے جو مطلوب ہے)۔"

اس علم کی اسی اہمیت کے پیش نظر علمائے سلف نے حدیث میں آنے والے الفاظِ غریبہ کے بارے میں بہت احتیاط سے کام لیا اور اس بارے میں تحقیق و مگان کے ساتھ کچھ کہنے سے گریز کیا۔ امام احمد بن حنبل<sup>16</sup> (م: 241ھ) سے کسی شخص نے حدیث

<sup>14</sup> خطابی، غیرِ الحدیث، ص 1، ص 71۔

<sup>15</sup> خطابی، غیرِ الحدیث، ج 1، ص 51۔

<sup>16</sup> امام موصوف کا پورا نام ابو عبد اللہ احمد بن حنبل اشیبانی ہے۔ ائمہ اربعہ میں سے ایک امام ہیں، 164ھ میں پیدا ہوئے اور 241ھ میں وفات پائی۔ ان کے جائزہ میں تقریباً تیس لاکھ انہوں نے شرکت کی۔ ملاحظہ ہو: ان خکان، وفیات الاعیان، ج 1، ص 63-64۔

میں آنے والے کسی حرفِ غریب کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا: سلوا أصحاب الغریب فإنی أکرہ ان تکلم فی حدیث رسول ﷺ بالظن<sup>17</sup> ”اس بارے میں علمائے غریب الحدیث (علم غریب الحدیث) میں مہارت تمام رکھنے والوں) سے معلوم کرو، اس لیے کہ میں اس بات کو ناپسند سمجھتا ہوں کہ مجھ سے کوئی حدیث رسول ﷺ کے بارے میں پوچھے اور میں اس بارے میں بغیر علم کے کچھ کہہ دوں۔“ علامہ ابن الاشیر<sup>18</sup> (م: 606ھ) اس علم کی اہمیت کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں: إن علم الحديث من أشرف العلوم الإسلامية قدرًا وإنه أحد أقطاب الإسلام التي يدور عليها، وينقسم قسمين: أحدهما معرفة ألفاظه، وثانيهما معرفة معانيه<sup>19</sup> ”علم حدیث تمام علوم میں ایک امتیازی شان رکھتا ہے، مزید برآں یہ اسلام کی وہ بنیاد ہے جس کے ارد گرد وہ گھومتا ہے۔ علم غریب الحدیث کی دو قسمیں ہیں: نمبر 1- الفاظ حدیث کی پہچان اور نمبر 2 حدیث کے معانی اور مفہوم کی پہچان۔“ حافظ ابن الصلاح<sup>20</sup> (م: 643ھ) اس علم کی اہمیت کے بارے میں لکھتے ہیں: هذا فن مهم يقع في جمهل أهل الحديث خاصة، ثم بأهل العلم عامة، والخوض فيه ليس بالهين، والخائن فيه حقيق بالتحرى، جديري بالتفوي<sup>21</sup> ” یہ فن علوم حدیث میں بہت اہمیت کا حامل ہے، علم حدیث کے طالب علم کے لیے اس کی معرفت از حد ضروری ہے اور عدم معرفت تو بہت ہی زیادہ قابل مذمت ہے۔ عاماً على علم كم كم سراج حجر دے و لا يقت صد تحسين ہے۔“ علامہ احمد محمد شاکر فرماتے ہیں: هذا الفن من أهم فنون الحديث واللغة ويجب على طالب الحديث اتقانه، والخوض فيه صعب، والإحتياط في تفسير الألفاظ النبوية واجب<sup>22</sup> ” یہ فن علوم حدیث اور لغت کے

<sup>17</sup> احمد شاکر، شیخ، الباعث الحدیث شرح اختصار علوم الحديث، (مصر: لكتبة دار التراث، 1399ھ/1979ء)، ص 160۔

<sup>18</sup> علامہ ابن الاشیر اپنے زمانے کے قاضی تھے۔ علوم اسلامیہ میں بہت زیادہ مہارت رکھتے تھے۔ بلاغت کے میدان میں ان کا کوئی برابر نہ تھا۔ ان کا پورا نام ابوالسعادات المبارک بن محمد بن محمد بن عبد الکریم بن عبد الواحد الشیبانی الجزری الموصلي ہے۔ ان کی شہرہ آفاق تصانیف میں سے ‘جامع الاصول’ اور ‘غريب الحديث’ شامل ہیں۔ 544ھ میں پیدا ہوئے اور 606ھ میں موصل میں وفات پائی۔ ملاحظہ ہو: ذہبی، سیر اعلام النبلاء، ج 21، ص 479-491۔

<sup>19</sup> الشیبانی الجزری، ابوالسعادات مجد الدین المبارک بن محمد بن عبد الکریم بن عبد الواحد، النهاية في غريب الحديث والاثر، (بیروت: دار الفکر، س-ن)، تحقیق: احمد الزاوی و محمود محمد الطناحی، ج 1، ص 3۔

<sup>20</sup> حافظ ابن الصلاح شیخ الاسلام کے لقب سے جانے جاتے تھے، ان کا پورا نام آقی الدین ابو عمر و عثمان بن المفتی صلاح الدین عبد الرحمن بن عثمان بن موسیٰ اکرمی اثر زوری الموصلي الشافعی ہے۔ ان کی تصانیف میں ‘علوم الحديث’، اہل علم کے لیے مرجع کی حیثیت رکھتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک خاص رعب اور جلال عطا کیا گیا تھا۔ تکم میں فصاحت و بلاغت میں ایک ہاکیل شخص تھے۔ 643ھ میں وفات پائی۔ ملاحظہ ہو: ذہبی، سیر اعلام النبلاء، ج 23، ص 140-143۔

<sup>21</sup> ابن الصلاح، علوم الحديث لابن الصلاح، ص 272۔

<sup>22</sup> محمد بن محمد شاکر، الباعث الحدیث، ص 160۔

فنون میں سے ایک اہم ترین فن ہے، اسی اہمیت کے پیش نظر علمِ حدیث کے طالب علم کی ذمہ داری ہے کہ اس فن میں مہارت تامہ حاصل کرے، لیکن یہ بات بھی یاد رہے کہ اس علم کے بحربے کراں میں غوطہ زندگی ہر آدمی کے بس کی بات نہیں، چون کہ اس علم کا تعلق الفاظِ نبوی سے ہے، اس لیے ان کی تفسیر کرتے وقت بھی بہت زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے۔<sup>23</sup>

### علم غریب الحدیث میں لکھی جانے والی مشہور تصنیفات

اسی اہمیت کے پیش نظر علمائے محدثین نے خاص طور پر اور علمائے سلف نے عام طور پر اس میں بہت زیادہ دلچسپی لی اور بہت ساری کتابیں تالیف فرمادیں۔ اس علم میں سب سے پہلے کس شخص نے قلم اٹھایا، اس بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض کے نزدیک سب سے پہلے جس شخص نے کتاب لکھی وہ ابو عبیدہ عمر بن المشنی (م: 209ھ) ہیں، جن کی کتاب کا نام 'کتاب اُبی عبیدہ عمر بن المشنی' ہے۔ جب کہ بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ اس سلسلے میں سب سے پہلی کتاب ابو الحسن المفرز بن شمیل (م: 204ھ) نے لکھی، جس کا نام 'کتاب اُبی الحسن النصر بن شمیل' ہے۔ غریب الحدیث: یہ کتاب ابو عبیدہ قاسم بن سلام (م: 224ھ) کی ہے۔ اس موضوع پر سب سے جامع اور مفصل کتاب سمجھی جاتی ہے، جو حیدر آباد کرن سے شائع ہو چکی ہے، البتہ اس میں حروفِ تجھی کا لاحظہ ہونے کی وجہ سے کسی لفظ کے معنی تلاش کرنا بہت مشکل ہے۔ غریب الحدیث: اہن تقطیعہ الدینوری (م: 276ھ) کی تالیف ہے۔ غریب الحدیث: یہ کتاب علامہ خطابی (م: 388ھ) کی ہے، لیکن سابقہ کتب کی نسبت زیادہ قابل اعتماد ہے۔ غریب الحدیث: یہ علامہ ابو عبیدہ احمدی (م: 401ھ) کی تالیف ہے۔ الفائق فی غریب الحدیث: مشہور معتزلی مفسر جبار اللہ زمخشری (م: 538ھ) کی تالیف ہے۔ غریب الحدیث: علامہ ابو الفرج ابن الجوزی (م: 597ھ) کی کاوش ہے۔ النهاية فی غریب الحدیث: ابوالسعادات مجدد الدین ابن الاشیر (م: 606ھ) کی تالیف شدہ کتاب ہے۔ یہ کتاب حسن ترتیب کے اعتبار سے اپنی مثال آپ ہے، مؤلف نے اسے حروفِ تجھی کی ترتیب پر مرتب کیا ہے، اسی لیے اس موضوع پر اس کا فائدہ عام ہوا، اور آخذ میں شمار ہوتی۔ مولانا مفتی محمد تقی عثمانی نے مقدمہ درس ترمذی میں غریب الحدیث پر لکھی جانے والی ایک اور کتاب کا تعارف کروایا ہے، لکھتے ہیں: "آخر دور میں علامہ طاہر پٹنی نے "جمع بخار الانوار فی غرائب التنزیل ولطائف الاخبار" تالیف فرمائی، جو اس موضوع کی مقبول، مستند اور متدل کتاب ہے۔ علامہ انور شاہ کشمیری اس کتاب کو غریب الحدیث کی تمام کتب پر فوقیت دیا کرتے تھے، جس کی وجہ یہ تھی کہ اس کتاب میں صرف الفاظِ هی کی تعریج نہیں کی گئی، بل کہ ہر لفظ جن احادیث میں آیا ہے، ان احادیث کی بھی مختصر اور ملخص تعریج اس میں موجود ہے۔ حضرت شاہ صاحب فرمایا کرتے تھے کہ اس کے مؤلف نے الفاظ کی تعریج کرتے ہوئے کتب لغت کے علاوہ تمام شروعِ حدیث کو بھی سامنے رکھا ہے۔"<sup>23</sup>

<sup>23</sup> تقی عثمانی، مفتی محمد، درس ترمذی، (کراچی: کتبیۃ الرشد، س۔ن)، ج1، ص60۔

حل غیر الحدیث کے حوالے سے 'بَذَلُ الْجَهُودُ' کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ مولانا سہارن پوری نے مختلف مناج میں بڑے خوب صورت انداز سے الفاظ غریبہ کو حل کیا ہے۔ تنقیح اور تلاش سے جو مناج سامنے آئے ہیں، ان کا ذیل میں تذکرہ کیا جاتا ہے:

### قرآنی آیات سے استشهاد

مولانا سہارن پوری غریب لفظ کا معنی بیان کرتے ہوئے آیات قرآنی سے بھی استشهاد کرتے ہیں۔ اس منج میں کبھی ائمہ لغتِ غریب کے اقوال پیش کرتے ہیں اور پھر اس کی تائید میں قرآنی آیات کا حوالہ دیتے ہیں، کبھی غریب لفظ کے مادہ اشتقاق کو ذکر کر کے قرآنی آیت پیش کرتے ہیں اور کبھی آیت کو ذکر کیے بغیر کسی مفسر کے حوالے سے اس کا حل فرمادیتے ہیں۔ امام ابو داؤد نے حضرت سہل بن سعد الساعدي خلیل اللہ عزیز کی ایک حدیث ذکر کی ہے، جس کے الفاظ ہیں: أَنَّ رِجَالًا أَتَوْا سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ السَّاعِدِيَّ وَقَدْ امْتَرَوْا فِي الْجِنْبَرِ مِمَّ عُوذَ<sup>24</sup>، "پچھ لوگ حضرت سہل بن سعد الساعدي خلیل اللہ عزیز کی خدمت میں حاضر ہوئے اس حال میں کہ وہ منبر کے بارے میں بھگڑر ہے تھے، کہ یہ کس لکڑی سے بنایا گیا ہے؟" اس حدیث میں آنے والے لفظ 'امتروا' کی شرح کرتے ہوئے مولانا سہارن پوری لکھتے ہیں:

قال الحافظ: من المماراة وهي المجادلة وقال الكرمانى: من الامتراء وهو الشك، ويؤيد الأول قوله فى رواية عبد العزيز ابن أبي حازم عن أبيه عند مسلم: إن تماروا فان معناه تجادلوا، قال الراغب: الامتراء والمماراة المجادلة ومنه فَلَا تُمْتَأِرْ فِيهِمْ إِلَّا مِرَآءُ ظَاهِرًا وقال أيضاً: المرية التردد فى الشيء، ومنه فَلَا تَكُنْ فِي

مِرْيَةٌ فِيْ لِقَائِهِ<sup>25</sup>

"حافظ ابن حجر (م: 852ھ) فرماتے ہیں کہ یہ لفظ مماراة سے نکلا ہے، جس کے معنی کسی سے بھگڑا کرنے کے آتے ہیں، کرمانی کا کہنا ہے کہ یہ امتراء ہے، جس کے معنی شک کرنے کے آتے ہیں، حافظ ابن حجر کے بیان کردہ معنی کی تائید مسلم شریف کی اس حدیث سے ہوتی ہے: "أَنَّ تَمَرُوا" جس کا معنی ہے: بھگڑا کرنا۔ امام راغب کا کہنا ہے کہ اس لفظ میں دونوں معنوں کا احتمال ہے، دونوں کی تائید قرآن پاک کی آیات سے ہوتی ہے۔ اگر یہ مماراة سے ہو تو معنی بنتا ہے: بھگڑا کرنا، قرآن پاک کی آیت ہے: فَلَا تُمْتَأِرْ فِيهِمْ إِلَّا مِرَآءُ<sup>26</sup>" پس آپ ان کے بارے میں بھگڑا

<sup>24</sup>ابو داؤد، سنن أبي داؤد، کتاب الصلاة، باب اتحاذ المنبر، حدیث رقم: 1080۔

<sup>25</sup>سہارن پوری، مولانا خلیل احمد، بذل الجھود فی حل سنن أبي داؤد، (بیروت: دارالشّاہزادہ الاسلامی، 1426ھ/2006ء)، ج 5، ص 96۔

<sup>26</sup>الکھف: 18: 22۔

مت سمجھیے“۔ اسی طرح اگر یہ امتر اسے ہو تو اس وقت معنی ہو گا: شک کرنا، اس کی تائید بھی قرآن پاک کی آیت سے ہوتی ہے: فَلَا تَكُنْ فِي مِرْيَةٍ مِّنْ لِقَاءِ<sup>27</sup> آپ ان کی ملاقات کے بارے میں کوئی شک نہ کیجھے۔

### حدیث سے استشہاد

مولانا سہارن پوری بسا اوقات کسی غریب لفظ کا معنی بیان کرنے کے بعد حدیث سے بھی استشہاد کرتے ہیں۔ امام ابو داؤد نے کتاب اللباس میں حضرت انس بن مالک رض سے مردی ایک حدیث نقل کی ہے: أَنَّ مَلِكَ الرُّومِ، أَهْدَى إِلَى النَّبِيِّ ﷺ مُسْتَنْفَعَةً مِّنْ سُنْدِسِ، فَلِسَهَا<sup>28</sup> ایک مرتبہ شاہِ روم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک ریشمی جبہ بدیہ کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے زیبِ تن فرمایا۔ مولانا سہارن پوری اس حدیث میں آنے والے لفظ ”مستنفعۃ“ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: بضم الميم وسکون السین وضم المشاء فوق، وھی طویل الکمین فارسیہ معربیہ وھی معرب مشتہ<sup>29</sup> ”میم“ کے ضمہ، سین کے سکون اور تا کے ضمہ کے ساتھ، وہ جبہ جو طویل آستینوں والا ہو، یہ لفظ فارسی الاصل معرب ہے، عربی زبان میں اسے ”مشته“ کہتے ہیں۔ مولانا اس لفظ کے معنی کو حدیث سے ثابت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: وفی الحدیث أنه کان یلبس البرانس والمسائق و يصلی فیها، ومنه حدیث عمر رضی الله عنہ أنه صلی اللہ علیہ وسلم ویداہ فی مستقة<sup>30</sup> ”حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بر انس اور مساقی زیبِ تن فرمایا کرنا زیر حکایا کرتے تھے، اسی سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حال میں دیکھا کہ آپ کے پاتھ مبارک آستینوں میں تھے۔

### قرآن اور حدیث دونوں سے استشہاد

کبھی کبھی غریب لفظ کا معنی بیان کرتے ہوئے قرآن اور حدیث دونوں سے استشہاد کرتے ہیں، اس کی ایک مثال تو متن ابو داؤد کی کتاب الزکوٰۃ کی اس حدیث کے ضمن میں ملتی ہے: «لَيْسَ الْوَاصِلُ بِالْمُكَافِيِّ، وَلَكِنْ هُوَ الَّذِي إِذَا قُطِعَتْ رِحْمُهُ وَصَلَّهَا<sup>31</sup> ”بدله چکانے والا صلمہ رحمی کرنے والا ہو ہے، حقیقت میں صلمہ رحمی کرنے والا ہو ہے“ کہ جب کوئی اس سے رشتہ توڑے تو وہ اس کے ساتھ بھی جوڑے۔“ اس حدیث میں آنے والے لفظ ”واصل“ کے معنی کی وضاحت کرتے ہوئے مولانا

27: السجدة 32

<sup>28</sup> سنن ابی داؤد ، کتاب اللباس، باب من کرہہ، حدیث رقم: 4047۔<sup>29</sup> سہارن پوری، بذل الجھود، ج 12، ص 75۔<sup>30</sup> سہارن پوری، بذل الجھود، ج 12، ص 75۔<sup>31</sup> ابو داؤد، سنن ابی داؤد، کتاب الزکاۃ، باب فی صلة الرحم، حدیث رقم: 1697۔

سہارن پوری لکھتے ہیں: اُی قرابتهِ التی تقطع عنہ<sup>32</sup> ”وَاصْلِ لِيَنِی صَلْرَحْمِی کرنے والا وہ شخص ہے جو توڑنے والے کے ساتھ بھی جوڑے“۔ پھر اس معنی پر بہ طور استشهاد ایک قرآنی آیت اور ایک حدیث پیش کی ہے، لکھتے ہیں: وہذا من بان الحث على مكارم الأخلاق، كقوله تعالى: إِذْفَعْ بِالْقِيَّ هِيَ أَخْسَنُ، ومنه قوله عليه وسلم فی البخاری: صل من قطعک واحسن إلى من أساء إلیک<sup>33</sup> ”اس لفظ میں صلہ رحمی کی حقیقی تعریف کردی گئی ہے، جیسا کہ قرآن مجید میں ارشادِ بانی ہے: تم اچھے انداز سے مخاطب کا جواب دو، اور اسی طرح بخاری شریف کی روایت سے بھی اس بات کی وضاحت ہوتی ہے، چنانچہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس سے رشتہ جوڑ و جو تم سے توڑے، اور اس سے اچھا سلوک کرو جو تم سے برا سلوک کرے۔“

اس کی مزید مثال ایک اور روایت سے بھی ملتی ہے: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَقُولُ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْفَقْرِ، وَالْقِلَّةِ، وَالذَّلَّةِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ أَنْ أَظْلَمَ، أَوْ أُظْلَمَ<sup>34</sup> ”رسول اللہ ﷺ عام طور پر یہ دعا انگا کرتے تھے: اے اللہ! میں آپ سے فقر، قلت اور ذلت سے پناہ مانگتا ہوں، اس بات سے بھی پناہ مانگتا ہوں کہ کوئی مجھ پر ظلم کرے یا میں کسی پر ظلم کروں“۔ اس حدیث میں وارد لفظ ”الفقر“ کا معنی بیان کرتے ہوئے مولانا سہارن پوری لکھتے ہیں:

أصل الفقر کسر فقار الظہر، والفقر يستعمل على أربعة أوجه: الأول: وجود الحاجة الضرورية، وذلك عام للإنسان مadam في دار الدنيا، بل عام للموجودات كلها، وعليه قوله تعالى: يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ إِلَى اللَّهِ، والثانى: عدم المقتنيات، وهو المذكور في قوله تعالى: لِلْفُقَرَاءِ الَّذِينَ أُخْرِجُوا، وَإِنَّمَا الصَّدَقَتُ لِلْفُقَرَاءِ، والثالث: فقر النفس وهو المقابل لقوله: الغنى غنى النفس، والرابع: الفقر إلى الله تعالى المشار إليه بقوله: اللهم اغنى بالافتقار إليك، ولا تغرنى بالاستغناء عنك<sup>35</sup>

”لغت میں فقر کمر کی ہڈی کے ٹوٹ جانے کو کہتے ہیں یعنی جس طرح کسی کی کمر کی ہڈی ٹوٹ جائے تو سیدھا کھڑا نہیں ہو سکتا، بالکل اسی طرح فقیر بھی معاشرے میں عزت کے ساتھ کھڑا نہیں ہو سکتا۔ لفظ فقر چار معانی میں مستعمل ہے: 1۔ کسی ضروری حاجت پر بھی فقر کا لفظ بولا جاتا ہے، اس معنی کے اعتبار سے ہر انسان فقیر ہے، اس لیے کہ وہ اپنی ہر خواہش میں اللہ تعالیٰ کی طرف محتاج اور فقیر ہے، جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا: اے لوگو! تم اللہ کے محتاج ہو، 2۔ کبھی فقر کا اطلاق ضروریات زندگی کی عدم دست یابی پر ہے، جیسا کہ اللہ

<sup>32</sup> سہارن پوری، بذل الجہود، ج 6، ص 566۔

<sup>33</sup> سہارن پوری، بذل الجہود، ج 6، ص 566۔

<sup>34</sup> ابو داؤد، سنن أبي داؤد، کتاب الصلاة، باب فی الاستعاذه، حدیث رقم: 1544۔

<sup>35</sup> سہارن پوری، بذل الجہود، ج 6، ص 282۔

تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اُن فقر اپر خرچ کرو جو اللہ کے راستے میں روک لیے گئے ہیں، اسی طرح ارشاد فرمایا: زکوٰۃ فقر را کو دینی چاہیے، 3۔ نفس کے فقر پر بھی بولا جاتا ہے، اس وقت فقر سے مراد وہ فقر ہو گا جو غنیٰ کے مقابل ہے، جیسا کہ حدیث پاک میں آتا ہے حقیقت غنیٰ تو نفس کا غنیٰ ہے، 4۔ اللہ کی طرف احتیاجی، جیسا کہ حدیث پاک میں ہے: اے اللہ مجھے اپنی ذات کا محتاج کر دے اور میں اس بات سے پناہ مانگتا ہوں کہ میں آپ سے مستغفی ہو جاؤں۔“

فقر کے چار معانی بیان کرنے کے بعد مولانا سہارن پوری نے ”أقول“ کہہ کر اس بات کی وضاحت کی ہے کہ حدیث مذکور میں فقر کا کون سا معنی مراد ہے، اور اس کی وجہ کیا ہے، لکھتے ہیں:

أقول: فالمستعاذ منه في الحديث القسم الثاني، وإنما استعاذه منه عند عدم الصبر وقلة الرضا به أو

استعاذه من الفقر الذي هو فقر النفس لا قلة المال<sup>36</sup>

”میرے نزدیک حدیث مذکور میں فقر کے معانی میں سے دوسرا معنی مراد ہے، یعنی ضروریات زندگی کی عدم دست یابی، فقر سے اس لیے پناہ مانگی جا رہی ہے کہ اس وقت انسان بے صبری کا مظاہرہ کر رہا ہے اور اس حالت پر راضی نہیں ہوتا، یا اس فقر سے مراد نفس کا فقر بھی ہو سکتا جو غنیٰ کا مقابل ہے۔“

### عربی اشعار سے استشهاد

مولانا سہارن پوری حلِ الفاظِ غریبہ کے سلسلے میں عربی اشعار سے بھی استشهاد کرتے ہیں، اس حوالے سے بھی ان کے منابع مختلف ہیں؛ کبھی شاعر کا نام ذکر کرتے ہیں تو کبھی نہیں، کبھی لفظِ غریب کا معنی کسی لغت کے امام کے ساتھ پیش کر کے اس پر عربی شعر پیش کرتے ہیں اور کبھی بغیر معنی بیان کیے ہوئے۔

کتاب الادب میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ایک روایت مردی ہے: إِيَّاكُمْ وَالْكَذِبَ يَهْدِي إِلَى الْفُجُورِ، وَإِنَّ الْفُجُورَ يَهْدِي إِلَى النَّارِ<sup>37</sup> ”جھوٹ سے بچو، کیوں کہ جھوٹ انسان کو گناہ کی طرف لے جاتا ہے اور گناہ دوڑخ کی طرف۔“ حدیث میں وارد لفظ ”الفجور“ کی تشریح کرتے ہوئے مولانا نے علامہ خطابی کا قول پیش کیا ہے، لکھتے ہیں: قال الخطابی: أصل الفجور الميل عن الصدق، والانحراف إلى الكذب<sup>38</sup> ”فجور کا معنی ہے: سچائی سے دور اور جھوٹ کے قریب ہونا۔“

<sup>36</sup> سہارن پوری، بذل الحمود، ج 6، ص 282۔

<sup>37</sup> ابو داؤد، سنن أبي داؤد ، کتاب الادب، باب التشديد في الكذب، حدیث رقم: 4989۔

<sup>38</sup> سہارن پوری، بذل الحمود، ج 13، ص 389۔

فحور<sup>39</sup> کا معنی بیان کرنے کے بعد بہ طور استشهاد شاعر کا نام ذکر کرتے ہوئے عربی شعر پیش کیا ہے: ومنه قول  
الأعرابی فی عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ:

أَقْسَمَ بِاللّٰهِ أَبُو حَفْصٍ عَمَرٌ  
أَغْفَرَ لَهُ اللَّهُمَّ إِنَّكَ كَانَ فَجْرٌ<sup>40</sup>

مولانا سہارن پوری کبھی کبھی حل لفظ غریب کے سلسلے میں عربی شعر تو پیش کرتے ہیں، لیکن شاعر کا نام نہیں لیتے۔ کتاب  
الادب میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی ایک روایت ہے، وہ فرماتی ہیں:

مَا خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ بَيْتِيْ قَطُّ إِلَّا رَفَعَ طَرْفَةً إِلَى السَّمَاءِ، فَقَالَ: لَلَّهُمَّ أَعُوذُ بِكَ أَنْ  
أَضْلَلَ، أَوْ أُضْلَلَ، أَوْ أَزَلَّ، أَوْ أَزْلَلَ، أَوْ أَظْلَمَ، أَوْ أَحْجَلَ، أَوْ يُنْجِلَ عَلَيَّ<sup>41</sup>

”آپ ﷺ جب میرے گھر سے نکلتے تو آسمان کی طرف رخ فرمائیہ دعا مانگا کرتے تھے: اے اللہ! میں آپ کی پنا  
ہ چاہتا ہوں، اس بات سے کہ میں گم راہ ہو جاؤں یا گم راہ کر دیا جاؤں، راہ حق سے پھسل جاؤں یا پھسلا دیا جاؤں، میں  
کسی پر ظلم کروں یا مجھ پر ظلم کیا جائے، میں کسی سے ابھوں یا کوئی مجھ سے ابھے“۔

مولانا سہارن پوری اس حدیث میں آنے والے لفظ ”اجھل“ کی توضیح میں لکھتے ہیں: ائی افعال فعل الجاهلین، اور یافع  
احد علی فعل الجھله<sup>42</sup> ”اجھل“ کا معنی ہے: میں کسی سے جہالت والا معاملہ کروں یا کوئی مجھ سے ایسا معاملہ کرے۔ عام طور پر  
جب لفظ جھل بولا جاتا ہے تو اس وقت سننے اور پڑھنے والا اس سے وہ جھل مراد لیتا ہے جو علم کی ضد ہے۔ مولانا سہارن پوری نے  
اس لفظ کی وضاحت فرمائی ایک اور معنی کی طرف راہ نہائی کی ہے کہ لفظ جھل کبھی بد اخلاقی، درشتی اور اکھڑپن کے معنی میں  
کبھی آتا ہے۔ پھر اس معنی پر بہ طور استشهاد جامی شاعر کا ایک شعر پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

أَلَا لَا يَجْهَلُنَّ أَحَدٌ عَلَيْنَا فَنَجْهَلُ فَوْقَ جَهَلِ الْجَاهِلِينَ<sup>43</sup>

”خبردار! کوئی شخص ہر گز ہمارے ساتھ درشتی نہ برte، جو اب ہم تمام اکھڑپوں کے اکھڑپن سے بڑھ کر اکھڑ ثابت ہوں  
گے،“<sup>44</sup> مذکورہ شعر میں لفظ جھل سے مراد جہالت علمی نہیں، بل کہ بد اخلاقی اور درشتی ہے اور یہی معنی حدیث میں آنے والے

<sup>39</sup> فہور کا معنی عام طور پر ہماری زبان میں گناہ سے کیا جاتا ہے، جب کہ اس کا معنی حق بات سے مخفف ہو کر باطل کی طرف مائل ہونے کے آتے ہیں۔ مولانا سہارن پوری اسی معنی کو بیان کرنے کے لیے عربی کا شعر پیش کر رہے ہیں۔

<sup>40</sup> سہارن پوری، بذل الحمود، ج 13، ص 389۔

<sup>41</sup> ابو داؤد، سنن أبي داؤد، کتاب الادب، باب ما جاء فيمن دخل بيته ما يقول، حدیث رقم: 5094۔

<sup>42</sup> سہارن پوری، بذل الحمود، ج 13، ص 490۔

<sup>43</sup> سہارن پوری، بذل الحمود، ج 13، ص 490۔

<sup>44</sup> ضوی، ڈاکٹر خورشید، عربی شاعری (لاہور: شیخ زايد اسلامک سینٹر، 2001)، 48/4۔

لفظ جہل کا ہے۔

### ضبط بالاعرب اور ذکر مصدر کے ساتھ حل

الفاظ غریبہ کے حل کے سلسلے میں مولانا سہارن پوری کا ایک منبع یہ رہا ہے کہ غیر لفظی وضاحت کرتے ہوئے ضبط بالعرب بھی کرتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ اس کے مصدر کا حوالہ بھی دیتے ہیں۔ اس حوالے سے اگر بہ نظر غائر مطالعہ کیا جائے تو مختلف منابع سامنے آتے ہیں، جن کا یہاں تذکرہ کیا جاتا ہے۔

### ضبط بالاعرب، ذکر مصدر اور وجہ تسمیہ

مولانا سہارن پوری بسا اوقات کسی غیر لفظی وضاحت کرتے وقت اس کے مصدر، وجہ تسمیہ اور ضبط بالعرب بیان کر دیتے ہیں۔ سنن ابی داؤد میں کتاب اللباس میں حضرت علیؓ سے مروی ایک حدیث ہے: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «نَهَىٰ عَنِ الْلُّبْسِ الْقُسْيِيِّ، وَعَنِ الْلُّبْسِ الْمُعَصْفَرِ، وَعَنِ الْخَتْنَمِ الدَّهْبِ، وَعَنِ الْقِرَاءَةِ فِي الرُّكُوعِ<sup>45</sup> ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قسی کپڑے اور کسم وزعنفران سے رنگ کپڑے پہننے سے، سونے کی انگوٹھی سے اور رکوع میں قرآن پڑھنے سے منع فرمایا<sup>46</sup>۔ اس حدیث میں آنے والے لفظ قسیٰ کی وضاحت میں مولانا سہارن پوری رقم طراز ہیں:

(عَنْ لُبْسِ الْقُسْيِيِّ) بفتح القاف وقد تكسر وتشديد السين: ثياب فيها حير يؤتى بها من مصر، ويقال: إنها منسوبة إلى بلاد، يقال لها: قس، قال في القاموس: القدس: موضع بين العربش والغرماء من أرض مصر، منه الثياب القدسية، وقد تكسر أو هي القرية فايدلت الزاي، ويقال: إنها القر أبدل الزاي سيناً، قال في القاموس: القر: الابريسم<sup>47</sup>

”لفظ قسی کو قاف کے ساتھ پڑھا گیا ہے اور کبھی کبھی اسے مکسور بھی پڑھا جاتا ہے اور سین مشدد ہے، اس سے مراد ریشم کا ایک خاص کپڑا ہے جو مصر سے لا یا جاتا تھا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جس شہر میں یہ کپڑا بنا یا جاتا تھا اس کا نام چوں کہ قس تھا، اس لیے اس شہر کی طرف نسبت کرتے ہوئے قسی کہہ دیا جاتا ہے۔ قاموس میں ہے کہ قس ایک جگہ کا نام ہے جو عربش اور غرمانی جگہ کے درمیان واقع ہے، اسی وجہ سے اس شہر کے بنے ہوئے کپڑوں کو قسیہ کہا جاتا ہے۔ اگر قسی کے قاف پر کسرہ پڑھیں تو معنی ہوگا: وہ کپڑا جو قز سے بنایا جاتا ہے، اس صورت میں اس کی اصل قریبة ہو گی اور زا کو سین سے تبدیل کرنے کی وجہ سے اسے قسی کہہ دیا جاتا ہے۔ نیزیاد رہے کہ قز سے مراد ایک خاص قسم کی ریشم ہے۔“

<sup>45</sup> ابو داؤد، سنن ابی داؤد ، کتاب اللباس ، باب من کرہ، حدیث رقم 4044۔

<sup>46</sup> محبوب احمد، مولانا، انعام المعبود شرح ابو داؤد، (کراچی: کتبیۃ المحتیت، س۔ ن)، ص 357۔

<sup>47</sup> سہارن پوری، بدل الجہود، ج 12، ص 73۔

مولانا سہارن پوری نے یہاں لفظ قسی کا نہ صرف معنی بیان کیا ہے، بل کہ اس کا عرب ضبط کر کے اس کے مختلف معانی بیان کرنے کے بعد ذکرِ مصدر کے ساتھ وحید تسمیہ بھی بیان کی ہے۔

### ماہرین علم الغریب کے اقوال سے استشهاد

مولانا سہارن پوری کے حل الفاظِ غریبہ کے لیے انہے لغتِ غریب کے اقوال سے استشهاد میں بھی مختلف منابع ہیں۔ مولانا سہارن پوری کبھی کسی غریب لفظ کو ضبط کرنے کے بعد انہے کے اقوال کے ذریعے اس کی تشریح کرتے ہیں۔ سنن ابو داؤد میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کے الفاظ ہیں: أَتَيْ بِأَبِي فُحَافَةَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ وَرَأَسُهُ وَلِحِينَةَ كَالشَّعَامَةِ بَيْاضًا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «عَيْرُوا هَذَا بِشَيْءٍ، وَاجْتَبِبُوا السَّوَادَ»<sup>48</sup> فتح مکہ کے موقع پر ابو ف澹ہ کو بیاضاً، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «عَيْرُوا هَذَا بِشَيْءٍ، وَاجْتَبِبُوا السَّوَادَ»<sup>48</sup> فتح مکہ کے موقع پر ابو ف澹ہ کو اس حال میں لا یا گیا کہ اُن کا سر اور داڑھی شعامة درخت کی طرح سفید تھا، اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس سفیدی کو کسی چیز کے ذریعے ختم کرو، لیکن سیاہی سے بچو۔ اس حدیث میں وارد لفظ ”شعامة“ کی وضاحت مولانا سہارن پوری نے یوں کی ہے: بشاء مثلثة مفتوحة، ثم غين معجمة مخففة، قال أبو عبيدة: هو بنت أبيض الظهر والشمر، شبه بياض الشيب به، وقال ابن الأعرابي: هو شجر تبييض، كأنها الثلج<sup>49</sup> ”امام ابو عبيدة فرماتے ہیں کہ شعامة سے مراد وہ بوئی ہے جس کا پھل اور ٹہنی سفید ہوتی ہے، سفید بالوں کو اس ٹہنی کے ساتھ اس کے سفید ہونے کی وجہ سے تشبیہ دی ہے۔ ابن الأعرابی کے نزدیک اس سے مراد وہ درخت ہے جو برف کی طرح بالکل سفید ہوتا ہے۔“ مولانا سہارن پوری نے شعامة کا معنی صرف انہم لغتِ غریب کے اقوال کے ذریعے بیان کیا ہے اور اسے ضبط بھی کیا ہے، البتہ اپنی طرف سے کوئی تبصرہ نہیں کیا۔

سنن ابو داؤد میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ایک حدیث ہے: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُعَوِّذُ الْحَسَنَ وَالْحَسَنَيْنَ أَعْيُدُكُمَا بِكَلِمَاتِ اللَّهِ التَّائِمَةِ، مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَهَامَةٍ، وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَامَةٍ ثُمَّ يَقُولُ: كَانَ أَبُوكُمْ يُعَوِّذُ إِيمَانِيْلَ وَإِسْحَاقَ<sup>50</sup> اس حدیث میں آنے والے لفظ ”هامَة“ کے بارے میں مولانا سہارن پوری علامہ خطابی کے حوالے سے لکھتے ہیں: الہامۃ: إحدی الهوام ذات السموم، کا لحیۃ والعقرب ونحوهما<sup>51</sup> ”هامَة“ سے مراد زہر والے حشرات الارض ہیں، جیسے سانپ اور بچھو وغیرہ۔

### فارسی لغت سے استشهاد

کبھی کبھی مولانا سہارن پوری غریب لفظ کی وضاحت میں فارسی لغت سے بھی معنی بیان کر دیتے ہیں۔ سنن ابو داؤد میں

<sup>48</sup>ابو داؤد، سنن أبي داؤد ،كتاب الترجل ،باب فى الخضاب، حدیث رقم: 4201۔

<sup>49</sup>سہارن پوری، بذل الحجود، ج2، ص231۔

<sup>50</sup>ابو داؤد، سنن أبي داؤد ،كتاب السنة ،باب فى القرآن، حدیث رقم: 4737۔

<sup>51</sup>سہارن پوری، بذل الحجود، ج3، ص157۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک روایت ہے، وہ فرماتی ہیں: کُنْتُ أَغْسِلُ إِنَّا وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي تَوْرٍ مِنْ شَبَّٰ<sup>52</sup> ”میں اور رسول اللہ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ پیتل کے چھوٹے برتن سے غسل کیا کرتے تھے۔“ اس حدیث میں آنے والے لفظ ’تَوْرٍ مِنْ شَبَّٰ‘ کی وضاحت کرتے ہوئے مولانا سہارن پوری رقم طراز ہیں:

التور بفتح التاء المشددة الفوquانية، وسکون واو: أَنَاءَ صَغِيرٌ مِنْ صَفْرٍ أَوْ حِجَارةً، يَشْرُبُ مِنْهُ، وَقَدْ يَتَوَضَّأُ مِنْهُ، وَيَوْكِلُ مِنْهُ الطَّعَامَ، وَالشَّبَّهُ بِفَتْحِتِينِ: شَيْءٌ يَشْبَهُ الصَّفْرَ بِالفارسِيَّةِ بِرِنْجٍ كَذَا فِي الْجَمْعِ

وقال: فِي 'غِيَاثِ الْلُّغَاتِ': شَيْءٌ: بَرْجُنْ كَهْ اَزْ تَرْكِيبٍ مِسْ وَجْسٍ حَاصِلٍ شُودٍ بِهِنْدِيٍّ آلِ رَابِطِلْ گُوِينْ<sup>53</sup>

”(تَوْر) تاکے فتح کے اور واو کے سکون کے ساتھ، پیتل یا پتھر کے ایسے برتن کو کہا جاتا ہے جس سے کبھی وضو کیا جاتا ہے اور کبھی پانی پیا جاتا ہے اور کبھی اس سے کھانا کھایا جاتا ہے۔ شبہ کو شین اور باکے فتح کے ساتھ پڑھا گیا ہے، مراد ایسی شے جو پیتل کے مشابہ ہو، فارسی میں اسے بَرْجُنْ کہا جاتا ہے اور یہی معنی مجمع میں بھی بیان کیا گیا ہے۔ غیاث اللُّغَاتِ میں (شبہ) کا معنی یوں بیان کیا گیا ہے: ایسا برتن جو مِسْ اور جَسْت کی تَرْكِيب سے تیار کیا جاتا ہے، ہندی زبان میں اسے پیتل کہتے ہیں۔“

مزید برآں اس باب کے شروع میں مولانا سہارن پوری نے ”الصفرة“ کا معنی بیان کرتے بھی وقت فارسی لغت سے استشہاد کیا ہے، لیکن اپنی عادت کے موافق عربی لغت کا حوالہ پہلے دیا ہے۔ ”الصفرة“ کا معنی بیان کرتے ہوئے مولانا لکھتے ہیں: قال فی لسان العرب: والصفر: النحاس الجيد، وقيل: ضرب من النحاس، وقال فی الجموع: بضم صاد وسکون فاء وكسر الصاد لغة، وهو الذى تعمل منه الأولانى، وذكر صاحب غیاث اللُّغَاتِ فی ترجمته بالفارسیَّةِ 'رؤئین' الذى يقال له بالهندية 'کانسی'<sup>54</sup>، ”لسان العرب میں صفر کے معنی بہترین قسم کا پیتل بیان کیا گیا ہے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ صفر پیتل کی ایک خاص قسم ہے، مجمع میں ہے کہ صفر وہ چیز ہے جس سے برتن بنائے جاتے ہیں، جب کہ غیاث اللُّغَاتِ میں ہے کہ صفر سے مراد 'رؤئین' ہے، جسے ہندی زبان میں کانسی کہا جاتا ہے۔

### مفرد اور جمع

مولانا سہارن پوری الفاظ غریبہ کی شرح کرتے وقت بساو قات جمع کی مفرد اور مفرد کی جمع ذکر کر دیتے ہیں۔ سنن ابی داؤد کے کتاب اللباس میں مذکور ایک حدیث کے الفاظ ہیں: وَرَكُوبُ النُّمُورِ، وَلُبُوسُ الْخَاتَمِ<sup>55</sup> رسول اللہ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے چیزوں کی کھال

<sup>52</sup>ابو داؤد، سنن ابی داؤد ، کتاب الظہارہ، باب الوضوء من آنية الصفر، حدیث رقم: 98:-

<sup>53</sup>سہارن پوری، بذل الحمود، ج 1، ص 492۔

<sup>54</sup>سہارن پوری، بذل الحمود، ج 1، ص 492-493۔

<sup>55</sup>ابو داؤد، سنن ابی داؤد ، کتاب اللباس ، باب من کرہہ، حدیث رقم: 4049۔

پر سواری کرنے اور انگوٹھی پہننے سے منع فرمایا۔ مولانا سہارن پوری لفظ **النُّمُور** کی وضاحت میں لکھتے ہیں: **النُّمُور** جمع نمر، وہو السبع المعروف، وإنما نهى عن استعمال جلده لما فيه من الزينة والخيلاء أو لأنه من فعل العجم<sup>56</sup>۔ **نُمُور**، جمع ہے اور اس کا مفرد **نَمَر** آتا ہے۔ یہ ایک معروف درندہ ہے (جسے اُردوزبان میں ”چیتا“ کہا جاتا ہے)، چیتے کی کھال پر سواری کرنے سے اس لیے منع فرمایا کہ اس پر سواری کرنا متکبرین کا شیوه ہے، اس میں محض دنیاوی زیب و زینت ہے یا اس لیے کہ یہ جاہل، متکبر عجیبوں کا وظیرہ ہے، تو ایسے لوگوں سے مشابہت اختیار کرنے سے بھی منع فرمادیا۔ مولانا سہارن پوری نے **نُمُور** کا معنی بیان کرنے سے قبل اس کے مفرد کی طرف بھی جمع نمر کہہ کر اشارہ کیا ہے۔

#### خلاصہ بحث

غیر الحدیث، علوم حدیث میں ایک اہم اور مشکل فن ہے۔ محدثین کے ہاں اس سے بے خبری بہت بڑا نقص اور عیب تصور کیا جاتا ہے۔ اس لیے اس میدان میں قدم رکھنے والے کے لیے ضروری ہے کہ اللہ سے ڈرتا کرے، کہیں محض اپنے وہم و گمان کے سپارے نبی کریم ﷺ کے کلام کی تشریح کا اقدام نہ کر بیٹھے، اسی لیے محدثین ایسا قدم اٹھانے سے پہلے بہت زیادہ سوچ و بچارے کام لیا کرتے تھے۔ بعض محدثین کا ذوق ایسے مضامین اور الفاظ خاص کی تلاش میں رہا ہے جو اپنی ندرت و غربات میں ہر ایک کی رسائی میں نہ ہوں۔ اس فن میں وہی علمائے فن آگے بڑھ سکے، جن کو طلبِ حدیث میں خصوصی شغف اور خاص انہاک رہا۔ اس فن کی اسی نزاکت کے پیش نظر جہاں الگ کتب منصہ شہود پر آئیں تو وہیں شارحین حدیث نے بھی شرح حدیث کے دوران آنے والے الفاظ غریبہ کو حل کرنے میں کوئی دیقیقہ فروغ نہ داشت نہ کیا۔ مولانا سہارن پوری نے بھی سنن ابی داؤد میں آنے والے الفاظ غریبہ کو بڑے خوب صورت انداز میں حل کیا ہے۔ اس سلسلے میں مختلف مناجع اپنانے کے ہیں، مثلاً قرآنی آیات سے استشهاد، احادیث مبارکہ سے استشهاد، عربی اشعار سے استشهاد، سابقہ محدثین و شارحین کے اقوال سے استشهاد، ائمہ لغت غریب کے اقوال سے استشهاد وغیرہ شامل ہیں۔ مزید برآں الفاظ غریبہ کو ضبط کر کے اس کے مختلف معانی بیان کرتے ہیں، اس سلسلے میں زیادہ تر ائمہ لغت غریب کے اقوال کو پیش کرتے ہیں اور کبھی کبھی آخر میں اپنی ذاتی رائے ذکر کرتے ہیں۔ کبھی کبھی ایک لفظ کے مختلف معانی ہوتے ہیں، ان تمام معانی کو بیان کرنے کے بعد اس بات کی تعین بھی کرتے ہیں کہ حدیث پاک میں کون سا معنی مراد ہو سکتا ہے اور میری رائے اس حوالے سے یہ ہے، البتہ بہت سارے مقامات ایسے بھی ہیں جہاں بہت زیادہ اختصار سے کام لیا گیا جس کی وجہ سے تفسی باقی رہی۔

<sup>56</sup> سہارن پوری، بدل الجہود، ج 12، ص 79۔